ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

تفسیر "حسنِ تفسیر" از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the Style of Tafseer" Hosn e Tafseer" by Dr. Naseer Ahmad Nasir

Tahira Munawar
Admin Officer, Ph. D Scholar, University of Education, L.M.C Lahore
ORCID ID 0009.0003.545
Masal shahzadi
M. Phil Scholar, DIOL, University of Education, L.M.C Lahore
Muhammad Irfan
M. Phil Scholar, DIOL, University of Education, L.M.C Lahore

Abstract

After the Prophet's death, the sahabah turned to those among themselves who were more gifted in understanding the Quran and who had been able to spend more time with the Prophet for interpretation and explanation of the Quran. The word tafseer, which comes from the verb fassara, literally means an explanation or an exposition, as in the verse, and wisdom derived. These steps have been deduced for making correct tafseer of the Quran: Tafseer of Quran by Quran, introduces that there are many places in the Quran where questions are asked in order to catch the mind of the reader and subsequently answered to increase the impact of the concept in question. This self-explanatory process is referred to as tafseer of the Quran by the Quran. Tafseer of Quran by the Sunnah, tells that the Prophet added further clarification to various verses of the Quran. Allah had entrusted the job of explaining the Quran to the Prophet. In Tafseer of Quran by Athar, Whenever the shabah could not find the tafseer of a passage in the Quran itself or in the Sunnah, they used their own reasoning based on their knowledge of the contexts of the verses. With the passage of time, words took on new meanings and old meanings became lost, foreign words entered into the language, and vast sections of vocabulary fell into disuse, then Tafseer by language was introduced. Dr. Naseer Ahmad Nasir was a notable Islamic scholar and philosopher from Pakistan, Dr. Naseer Ahmad Nasir's important contribution to philosophy was his research on Aesthetics and its foundations in Quran. In this article we will explain the style and procedure of writing this tafseer and explain how it is differed to other tafaseer. With the descriptive methodology we will discuss style of writing of "Hosn e Tafseer". Purpose to write this article is to introduce a different style of writing the Tafseer and interpretations of Quran.

Key Words: *Athar, Methodology, Tafseer, fassara, Sunnah, Sahaabah, Exposition, Philosopher, Quran, Aesthetics, Foundations.*

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے حسنِ تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کی پیروی کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مستند احادیث کے حوالے بھی کثرت سے دیئے ہیں۔اور مفرد الفاظ کی تشریح مستند عربی لغات، جن میں المفردات، تاج العروس، لسان، العرب، محیط، مصباح اور قاموس جیسی لغات شامل ہیں، کی روشنی میں کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس تفیسر کو تفسیر ماثورہ کی صف میں شامل کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں آیات قرآن کی تشریحات میں فلسفہ جمالیات سے بہت مدد لی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس پہلو سے اولیت اور انفردیت کا دعویٰ ہی اسے تفسیر ماثورہ کی بجائے تفسیر بالرائے کی حدود میں لے آتا ہے۔ چنانچہ اس تفسیر کو تفسیر بالرائے محمود میں شامل کیا جائے گا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

طریقِ تفسیر

تفسیر لکھنے کے لیے کتابِ ہدایت کی عظمت سے آگاہی ناگزیر ہے۔ جب تک عظمت و رفعت کے مقام کو جان نہ لیا جائے اس وقت تک تحریر میں محبت اور چاشنی نہیں آسکتی، اور یہ محبت اور عقیدت ہی کا ثمر ہے کہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے حسن تفسیر میں تمام تر امور بطریق احسن انجام دیے ہیں۔ اس بارے میں صاحبِ تفسیر، نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> "قرآن عظیم رب العلمین کی زندہ جاوید کتاب البشریات ہے۔ اس کی ہر سورت اور ہر سورت کی ہر آیت اور ہر آیت کا ہر لفظ معانی و معارف کا گنجینۂ لا متناہی ہے یہ ہر زمان و مکان کے انسان کے لیے فطری رشد و ہدایت ہے۔ اس لیے اپنے اندر حیاتِ انسانی کے نو بنو تقاضوں کو پورا کرنے کا سامانِ لازوال رکھتا ہے۔ اس کی مثال سچے موتیوں سے معمور بحرِ بیکراں ایسی ہے، جس میں سے غوّاص ہمیشہ جھولیاں بھر بھر کر گوہر آبدار نکالتے رہیں گے اور وہ بھرے کا بھرا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ آرزو اس میں غواصی کرتے اور نو بنو گوہر ہائے معانی نکالتے اور ناظورہ حیات کی آراستگی اور تزین کرتے رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے"۔[1]

حسنِ تفسیر کو اس منہج اور اسلوب میں لکھنے کی وجہ:

حسنِ تفسیر کو اس منہج اور اسلوب میں لکھنے کی وجہ یہ تھی چونکہ حضور ﷺ کے دور مبارک میں چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین برائے راست قرآن کے مسائل اور اسلوب کے بارے میں آپ ﷺ سے استفادہ کرتے تھے، لیکن جیسے جیسے خیر القرون کے زمانے سے دوری پیدا ہوتی گئی ویسے ویسے قرآن مجید کی مختلف آیات کی توضیح و تشریح کی مختلف انداز سے تفسیر کرنے کی ضرورت درپیش آئی، تو ہر زمانے اور دور کے دور اندیش اور قرآن کی تفسیر و اسالیب کے ماہرین نے اس ضرورت کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی تو ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے بھی اپنے زمانے کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ایسی تفسیر لکھی جو اس زمانے کی ضرورت تھی اس تفسیر کا نام حسنِ تفسیر رکھا۔

حسنِ تفسیر کے اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ

حسن تفسیر کے اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے یہ خصوصیات سامنے آئیں۔

ا۔ مفردات القرآن کی وضاحت

حسنِ تفسیر میں جو اسالیب بیان کیے ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مفرادات القرآن کی معرفت ان بنیادی چیزوں میں سے ہے جو قرآن کی تفسیر اور کلام الٰہی کے فہم میں انتہائی معاون و مددگار ہیں۔ قرآنی کلمات کے مطالب کے ادراک، اس کے احکام کے استنباط، قرآنی آیات میں تدبر اور قرآنی قصص میں پائی جانے والی حکمت و مصلحت کی معرفت کے لیے مفردات القرآن کی معرفت ناگزیر ہے گویا کہ مفرادات القرآن کو جاننا اور معرفت رکھنا کلام الٰہی کو جاننے کے حوالے سے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

---

[1] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۲۰، جلد: اول

اس کتاب میں مؤلف نے انتہائی خوبصورت منہج اختیار کیا ہے جو ہر دو طبقوں کے لیے مفید ہے یعنی طلباء اور علماء وغیرہ۔ جیسا کہ خود مصنف نے بھی بیان کیا ہے اور ہر وہ فرد جو حسنِ تفسیر کا مطالعہ کرتا ہے بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس سے آسان اور سہل اسلوب اور طریقہ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر بیان کرنے کے لیے نہیں پایا جاتا کہ آسانی کے ساتھ ساتھ کوئی اہم امر کو ترک نہیں کیا گیا جیسا کہ درج ذیل طریقہ سے معلوم ہو گا۔

1۔شرح المفردات

اس سے مراد مطلوبہ آیت میں کوئی مشکل کلمہ جو غیر واضح ہو اس کی آسان لفظوں میں وضاحت کرنا۔ یہ حسن تفسیر کا منہج ہے کہ اس میں صاحبِ تفسیر نے بات کو کھول کر اور آسان پیرائے میں بیان کیا ہے، اس کے علاوہ مشکل کلمات کی تشریح نہایت آسان الفاظ میں کی ہے۔ اس حوالے سے نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> ''اَلبَینُ کے معنی ہیں: دو چیزوں کا وسط یا درمیان۔ محاورے میں بَانَ کذا کسی چیز کا الگ ہو جانا اور جو کچھ اس کے تحت پوشیدہ ہو اس کا آشکارا یا ظاہر ہو جانا۔ اس میں چونکہ ظہور اور انفصال کے معنی ملحوظ ہیں، اس لیے یہ کبھی ظہور اور کبھی انفصال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔''[2]

۲)اہم نکات کا بیان

حسن تفسیر اس حوالے سے بھی ایک منفرد تفسیر ہے کہ مصنف نے جا بجا عملی مثالوں سے اہم نکات کو بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> ''**اہم نکتہ**: سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ نعمت کی قدر کرنے یعنی اسے کام میں لانے سے اس سے مزید نعمتیں حاصل ہوتی ہیں (کہ یہ قدرت کا قانونِ شکرانِ نعمت ہے)۔ مثال کے طور پر مغربی اقوام نے تیل (پیٹرول) کی قدر کی یعنی اس سے کام لیا تو اس کے نتیجے میں انہوں نے ایجادات و اختراعات کر کے بے شمار مزید مصنوعات یا نعمتیں حاصل کر لیں اور کر رہی ہیں۔''[3]

۳)قرآن کے تفسیری اسلوب کا بیان

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے حسنِ تفسیر میں قرآن نے اسلوب کو بہت عمدہ طور پر بیان کیا ہے سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۵۵ کی تفسیر میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> ''اپنے تفسیری اسلوب میں یَتَوَفّٰکُم کو یَبعَثُکُم کے مقابلے میں لا کر دونوں اصطلاحات کی تفسیر کر دی ہے کہ وفات سے مراد ایسی بے حسی و بے ہوشی کی حالت ہے جس میں انسان کو زمان و مکان کا شعور نہیں رہتا اور نہ وہ کام کاج کرنے کے قابل ہی رہتا ہے۔ اس بنا پر بعثت کا مطلب احساس و شعور کے ساتھ کام کاج وغیرہ کرنے کے قابل ہو جانے کی صلاحیت ہے۔''[4]

۴)فقہی اقوال کا ذکر

---

[2] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۴۷۵، جلد دوم

[3] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۳۴۸، جلد دوم

[4] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۳۶۳، ۳۶۲، جلد دوم

جہاں ضروری ہوا وہاں آیت کی تفسیر میں ایک سے زائد مفاہیم کو بھی بیان کیا گیا ہے، لیکن یہ زیادہ تر ایسے مقامات ہیں جہاں مختلف فقہی مذاہب کے اقوال کے درمیان ترجیح سے دیگر اقوال کا غیر اہم ہونا سمجھا گیا۔ اور یہ مختلف اقوال ضروری نہیں کہ ان کی بنیاد صرف فقہی مذاہب پر ہو بلکہ مفسرین کی ذاتی آراء پر مبنی ہو۔ جیسا کہ نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

''حضرت عیسیٰؑ کی طرح کل انبیا علیھم السلام اپنی امت یا دوسرے لوگوں کی شفاعت یا سفارش و امداد کرنے کے مجاز ہیں نہ قیامت کے روز ہوں گے۔ اس سے مستنبط ہوا کہ شفاعت کا عقیدہ غیر اللہ سے امیدِ نجات رکھنے اور خود فریبی پر دلالت کرتا ہے۔''[5]

۵) مشکل کلمات کی وضاحت

مشکل کلمات کی وضاحت کے دوران ڈاکٹر موصوف نے لغوی تعریفات اور تفسیری تعریفات کو جا بجا بیان کیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت

يٰٓاَ يُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ-(البقرہ:۲۱)

کا ترجمہ کرتے ہوئے نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

''ترجمہ: اے بنی نوع انسان! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے انسانوں کو تخلیق کیا تاکہ تم اس کا تقویٰ اختیار کرو۔

تفسیری ترجمہ: اے افرادِ نسلِ انسانی! اللہ سبحانہ و تعالیٰ جو نہایت محبت سے اپنی تخلیقات کو جسمانی و معنوی درجہ بدرجہ نشو نما دینے اور تمہیں صراطِ مستقیم پر زندگی کرنے کا چلن سکھانے والا تمہارا مربی و ہادی اور آقا و مالک ہے اور اُس نے تمہیں اور تم سے پہلے جملہ بنی نوع انسان کو تخلیق کیا ہے۔ اس کے کل احکام و تعلیمات کو برضا و رغبت تسلیم بالیقین کرو، تاکہ اس سے تمہارے اندر اس کے قرب و رضوان اور جنت قرۃ العین کی آرزو اور ان سے محروم رہ جانے کی خشیت کا احیا ہو جائے۔''[6]

۶) مرکب کلمات کی تشریح

مشکل کلمات کے علاوہ بعض مقامات پر مرکب کلمات کی تشریح اور توضیح کا بھی اہتمام نظر آتا ہے کہ جہاں اس امر کی ضرورت ہے کہ کلمات کی مرکب توضیح اور تشریح کی جائے تو وہاں اس اسلوب کو بھی استعمال کیا۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات جو کہ اہل تقوی کی صفات پر مبنی ہیں ان کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے نصیر احمد ناصر تحریر کرتے ہیں:[7]

''الذین یؤمنون بالغیب :

عالم انفس و آفاق میں تدبر بالحق کرنے سے انسان کا اس منطقی نتیجے پر پہنچنا یقینی ہے کہ ایمان بالغیب علم و عقل کا خاصہ بھی ہے اور مقتضا بھی۔ وجہ یہ ہے کہ حقیقت ظاہر و مشہود بھی ہے اور باطن و غیب بھی؛ لہٰذا حقائق کو تسلیم بالیقین کرنا ناگزیر ہے۔ ہم نیند میں رؤیا یا خواب دیکھتے ہیں؛ اس عالم میں اس طرح زندگی کرتے ہیں؛ جس طرح دنیا میں کرتے ہیں؛ لیکن آج تک کوئی عالم یا حکیم اس راز کا سراغ نہیں لگا سکا کہ عالم رؤیا کے زمان و مکان اور ان کی اشیا، موت و حیات، لذت و خوشی، غم و حُزن، تکلیف و راحت

---

[5] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۳۳۵، جلد دوم

[6] ۶: ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۳۶۲ جلد دوم

[7] ۷: ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۱۱۹ جلد: دوم

وغیرہ وغیرہ کی حقیقت کیا ہے ؟ خواب حسین سچے بھی ہوتے ہیں اور ڈراونے بھی۔ چنانچہ جن کو گوں کو بھیانک اور خوفناک خواب آتے ہیں، وہ ان سے اس قدر خوف زدہ رہتے ہیں کہ ان سے بچنے کی خاطر مُسکن ادویہ اور منشیات استعمال کرتے ہیں۔ عالم رؤیا اپنی حقیقت کے اعتبار سے غیب ہے۔اس کے باوجود اگر اس کو ہم تسلیم بالیقین کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم خوابِ مرگ کے عالم برزخ اور اس کی زندگی پر ایمان نہ لائیں۔"

یعنی اہل تقوی ہر اس امر کی ایسی مکمل تصدیق کرنے والے ہوتے ہیں جن کا ادراک انسان کے لیے اپنے حواس سے ممکن نہیں ہے مثلا اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفات اور فرشتے اور دوبارہ جی اٹھنا اور جنت اور اس کے انعامات اور جہنم اور اس کا عذاب۔اسی طرح دیگر صفات کا ایک مرکب کی حیثیت سے تشریح کی گئی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے بعض کلمات کی فہم مرکب صورت میں ہی حاصل ہو سکتی ہے اور اگر ہم انفرادی صورت میں سمجھنا چاہیں گے تو ممکن ہے کہ مکمل مفہوم نہ سمجھ سکیں جو کہ اس مقام پر مراد ہو۔

۷)اشکالات کا ازالہ

بعض مقامات پر نصیر احمد ناصر نے ہمارے معاشرے میں عام کیے جانے والے سوالات کے جوابات دیے ہیں، ایسے سوالات جو کہ ایمان کی کمزوری کا باعث ہیں۔اسی سلسلے میں ایک جگہ نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"کیا رب رحمٰن بغیر سفارش کے اپنے بندوں کی دعا قبول نہیں کرتا؟ اس اہم سوال کا جواب قرآن مجید یہ دیتا ہے کہ رب رحمٰن اپنے جملہ بندوں کی دعائیں بلا واسطہ اور بغیر شرکتِ غیر کے یا بغیر کسی وسیلے یا سفارش کے سنتا اور قبول کرتا ہے؛ اس لیے کہ وہ سمیع و بصیر اور مستجیب الدعوت ہے؛ نیز وہ جملہ افرادِ نسلِ انسانی کا خالق و رازق، ان کی نشو نما کرنے والا، بے حد شفیق و مہربان، رحم و کرم اور محبت و احسان کرنے والا، تواب و غفار اور مجیب الدعوت ہے، علاوہ بریں اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے اور وہ انسان کی رگِ جاں سے بھی قریب تر ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے اور یقیناً ہے کہ اس پر قرآن مجید شاہد ہے تو پھر یہ عقیدہ رکھنا کہ رب العلمین اپنے بندوں کی دعا بغیر وسیلہ و سفارش کے قبول نہیں کرتا، شرک بھی ہے اور صفاتِ الٰہیہ کی تکذیب بھی۔"[8]

۸) منہج محدثین کی پیروی

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنی اس معروف تفسیر میں جو منہج اختیار کیا وہ محدثین کا معروف منہج ہے جس کے مطابق آیات کی تفسیر قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں ہی کی گئی ہے جس کی طرف قرآن مجید کا ایک لفظ "تصریف آیات" مکمل اشارہ کرتا ہے۔ جہاں قرآن مجید کی آیات نہ مل سکیں وہاں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جہاں احادیث نہ مل سکیں وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی نہ ملنے کی صورت میں تابعین عظام رحمہم اللہ کے اقوال کی روشنی میں تفسیر کی گئی ہے۔ جیسا کہ نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کہتے ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ لوگوں نے بلند آواز سے "اللہ اکبر" کہنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے بلکہ اس ذات کو پکارتے ہو جو سمیع و بصیر ہے، اور وہ تمہارے بہت قریب ہے (اور ہمیشہ قریب ہوتا ہے)۔ ہاں جس کو تم پکارتے ہو وہ تمہارے

[8] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۴۱۲

سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں اسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھااور دل میں لا حول ولا قوت الا باللہ پڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تجھے بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی نشان دہی نہ کروں؟ میں نے عرض کیا: 'جی ہاں یارسول اللہ!' آپ ﷺ نے فرمایا، وہ خزانہ لا حول ولا قوت اللہ باللہ ہے۔اس کا مطلب ہے: تغیرات اور قوتوں (کا خزینہ) کسی کے پاس نہیں سوائے اللہ کے (بخاری و مسلم، موضوعِ مذکور، ح۲۱۹۵)''[9]

۹)اصطلاحی و عرفی مفاہیم کا بیان

آیات قرآن مجید کی تفسیر و تشریح کے لیے بعض مقامات پر کلمات کی لغوی تشریح کافی نہیں بلکہ وہاں اصطلاحی یا عرفی مفاہیم کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ لفظ ایمان کی لغوی وضاحت تصدیق سے کی گئی ہے جبکہ اصطلاحی تعریف میں قلب، زبان اور جوارح تینوں اس تصدیق میں شامل ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہوتی ہے تو ایمان مکمل حالت میں موجود نہیں ہے بلکہ ناقص حالت میں موجود ہے کیونکہ زبانی اقرار تو فرعون نے بھی کیا تھا لہذا اعتراف قلب کے بعد زبان سے اقرار اور اپنے عمل سے اس اعتراف اور اقرار پر گواہی از حد لازمی ہے۔ حسنِ تفسیر میں ایمان کی وضاحت کرتے ہوئے نصیر احمد ناصر رقمطراز ہیں:

''یہاں ایمان لانے کا مطلب ہے اللہ تعالی کے کل قوانین واحکام اور تعلیمات کو تسلیم بالیقین کرنا اور ان پر قرآن وسنہ کے مطابق عمل کرنا اور بوض پر عمل نہ کرنا یا غلط طور پر عمل کرنا، مثال کے طور پر، پاکستان میں حکام، قرآن حکیم کے آئین و قوانین کے بجائے غیر قانونی آئین کے بجائے غیر قانونی آئین و قوانین کے ساتھ حکومت کرتے آرہے ہیں۔ دوسرے انہوں نے حرام افعال کو جائز قرار دیا ہوا ہے، جیسے سُود خوری و سود کاری، جاگیرداری، سرمایہ داری کو نیز موجودہ طاغوتی نظامِ زکوٰۃ اور غیر قانونی نظامِ تعلیم و تربیت کو وغیرہ وغیرہ'' [10]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر تفسیر کے دیگر علوم کے علاوہ علم لغت کے بہت بڑے ماہر تھے اسی وجہ سے بعد میں آنے والوں نے آپ کی کتاب ''حسنِ تفسیر'' سے ہی استفادہ کیا ہے۔ مذکورہ تفسیر میں جو اسالیب بیان کیے ہیں ان کو بنظر غائر دیکھنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر حتی الامکان آیت کا معنی اور تفسیر بیان کرتے ہوئے کوئی آیت یا محدثین کا قول لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

''یا ایھاالذین اٰمنو اِن تتقواللہ یجعل لکم فرقانا۔۔(الانفال۲۹:۸)

میں فرقان سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے دلوں کے اندر نور اور توفیق پیدا کردے گا جس کے ذریعے تم حق و باطل میں امتیاز کر سکو گے، تو گویا یہاں فرقان کا لفظ ایسے ہی ہے جیسے دوسری جگہ سکینہ اور روح کے الفاظ ہیں اور قرآن مجید نے یوم الفرقان اس دن کو کہا ہے جس روز حق و باطل اور صحیح و غلط کے مابین فرق ظاہر ہوا۔اس سے مراد جنگ بدر کا دن ہے۔

[9] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص:۴۲۵

[10] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص:۱۲۸، ۱۲۹، جلد سوم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

الفرقُ کے معنی ہیں: خوف کے سبب قلب کا پراگندہ ہو جانا؛ اور قلب سے متعلق اس کا استعمال ایسے ہی ہے جس طرح صدعٌ اور شقٌ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

وما هم منكم ولٰكنهم قوم يفرقون۔(التوبہ ۹:۵۴)

اور وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ اصل میں وہ خوفزدہ اور ڈرپوک لوگ ہیں۔"[11]

۲۔ کلامِ عرب سے استشہاد

حسنِ تفسیر میں صاحبِ تفسیر مفردات القرآن کی لغوی تفسیر بیان کرتے ہوئے کلام عرب کو استشہاد کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ چونکہ لغت قرآن کا ماخذ جاہلی عربی شاعری ہے اسی وجہ سے زمانہ جاہلیت کی عربی شاعری کو دیوان یعنی انسائیکلوپیڈیا اور قیمتی اثاثہ قرار دیا جاتا ہے۔ جس میں قرآن حکیم کے الفاظ اور ان کے معنی و مفہوم کی وضاحت موجود ہے۔ جاہلی عربی شاعری سے نہ صرف قرآن حکیم کے نادر، غریب اور مشکل الفاظ کی تحقیق میں مدد ملتی ہے۔ بلکہ اس کے ذریعے قرآن حکیم کی ادبی، معنوی اور نحوی مشکلات کی بھی توضیح ہو جاتی ہے۔ اور قرآن حکیم کے استعارات، کنایات اور ارشادات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے ادبی محاسن اجاگر ہوتے ہیں، مختلف اسالیب کلام کا علم ہوتا ہے۔ اور جس تاریخی پس منظر میں قرآن حکیم کا نزول ہوا اس کی توضیح ہوتی ہے۔ عربی جاہلی شاعری سے اہل عرب کی مذہبی رسومات و معتقدات، سیاسی، معاشرتی اور تمدنی زندگی کے احوال اور اخلاقی حالت اور کیفیت کا نقشہ کافی حد تک واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی مد نظر رکھنی چاہیے کہ قرآن مجید کی جن آیات کا مصداق و مفہوم واضح اور آسان ہو اور ان کے مفہوم میں کسی قسم کا ابہام اجمال اور اشتباہ نہ ہو اور نہ ہی ان کی فہم کے لیے دیگر متعلقہ علوم کی ضرورت ہو تو ایسی آیات کے مطالب کا ماخذ لغت عرب ہو گی۔ جن آیات قرآنی میں کسی قسم کا ابہام اجمال اور اشتباہ ہو یا ان کے فہم میں مشکلات ہوں اور ان کی توضیح کے لیے تاریخی پس منظر کا علم ضروری ہو یا ایسی آیات جن سے احکام و مسائل اور اسرار و معارف کا استنباط مقصود ہو تو ایسے مواقع پر لغت عرب کی حیثیت ثانوی ہو گی۔ قرآن حکیم، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ وتابعین کو اولین ترجیح حاصل ہو گی کیونکہ شاذ و نادر قسم کے معانی پر قرآنی الفاظ کو محمول کرنا اور دور دراز کے معانی مراد لینا صحیح طرز تفسیر نہیں ہے۔ لہذا جس جگہ قرآن و سنت یا آثار صحابہ میں کسی لفظ کی تفسیر موجود نہ ہو وہاں آیت کی وہ تفسیر کی جائے گی جو اہل عرب کے عمومی محاورات میں متبادر طور پر سمجھی جاتی ہو ایسے مواقع پر اشعار عرب سے استدلال کر کے کوئی ایسے قلیل الاستعمال معنی بیان کرنا بالکل غلط ہے جو لغت کی کتابوں میں تو لکھے ہوئے ہیں لیکن عام بول چال میں استعمال نہیں ہوتے۔ کیونکہ بسا اوقات لغت میں کوئی لفظ ایک معنی کے لیے وضع ہوتا ہے اور کبھی مختلف معانی کے لیے۔ کسی جگہ لفظ کا حقیقی معنی مراد ہوتا ہے کسی جگہ مجازی۔ کہیں اس کا لغوی مفہوم مراد لیا جاتا ہے اور کہیں اصطلاحی۔ نزول قرآن کے وقت متعدد الفاظ ایسے بھی تھے جن کے معانی تبدیل ہو چکے تھے۔ زمانہء جاہلیت میں بعض الفاظ کے معانی عام تھے جبکہ اسلام کی آمد کے بعد وہ الفاظ کسی ایک مفہوم کے لیے خاص ہو گئے مثلاً صلوۃ، زکوۃ، حج، بیع اور مزارعہ وغیرہ۔ قرآن مجید میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جو اسلام سے قبل زمانہء جاہلیت میں مستعمل نہیں تھے اور عرب بھی ان سے آشنا نہ تھے مثلاً منافق اور فاسق وغیرہ۔

استشہاد کے کثیر مجالات ہیں، مثلاً

[11] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۳۳۱، جلد دوم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

1) استشہاد فی مجال اللغۃ، 2) استشہاد فی مجال البلاغۃ، 3) استشہاد فی مجال القراءات، 4) استشہاد فی مجال النحو، 5) استشہاد فی مجال الغریب، 6) استشہاد فی مجال الأدب، 7) استشہاد فی مجال الدین، 8) استشہاد فی مجال التاریخ والقصص

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی یہ تفسیر چونکہ ایک لغوی تفسیر ہے اس لیے ان کثیر مجالات میں سے مجال اللغۃ اور مجال البلاغہ میں ہی اکثر استشہاد پیش کرتے ہیں چنانچہ ذیل میں ان استشہاد کے مجالات کو چند مثالوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تاکہ اسلوب واضح ہو جائے۔

۱۔استشہاد فی مجال اللغۃ:

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا اسلوب معنوی ہے، وہ لغت سے اشتہاد کرتے ہوئے آیات کا لغوی معنی بیان کرتے ہیں پھر ان مفردات قرآنیہ کی تفسیر وتوضیح کرتے ہیں ۔

مثال کے طور پر لفظ (بقر) کی تفسیر کرتے ہوئے نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> ''بَقَرَ ، یَبْقَرْ مضارع ہے اور اس کا مصدر بَقْرٌ ہے۔اس کے معنی ہیں چاک کرنا، شگاف ڈالنا، چیرنا، پھاڑنا، کاٹنا کھولنا، شق کرنا، اوندھانا، اُدھیڑنا، مارنا، طُولاً تقسیم کرنا (صحاح، مصباح، قاموس، اساس، المغرب) انگریزی میں بقّر کے معنی ہیں: He slit, ripped, cut or divided lengthwise

اَلبَقَرُ (اسم جنس) کے معنی (بیل یا) گائے کے ہیں۔اس کا واحد بَقَرَۃٌ ہے۔

بَقَرَۃٌ کی جمع بَقَرات ، بَقَر، بَقُرِ، اَبَقُر، باقرٌ، وبقیرُ (بروزنِ حکیمُ) آتی ہے۔ جیسے حَاملُ و جمیلؑ اور بعض کے نزدیک اس کی جمع بیقورؒ بھی آتی ہے اور بیل کو ثَورؒ کہا جاتا ہے۔ بیل چوں کہ کاشت کاری یا کھیتی باڑی کے کام آتا ہے اس لیے زمین کو پھاڑنے اور جوتنے کے لیے بقر الارض کا محاورہ استعمال ہوتا ہے، نیز بیل چوں کہ وسیع طور پر زمین کو پھاڑتا یا شق کرتا ہے اس لیے ہر وسیع شگاف کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے: بقرۃ بطنۃ: میں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ بقرالجلُ فی المال وغیرہ۔ کسی کا بہت زیادہ مال دار ہونا۔ بقرُ فی سفر۔ ملک ملک پھرنا یا سیاحت کرنا (المفردات؛ نیز دیکھیے محوّلہ بالا ماخذ) جوع البقر: شدت کی بھوک=البقار: چرواہا''[12]

۲۔استشہاد فی مجال البلاغۃ:

حسن تفسیر میں بلاغت پر خاص توجہ کی گئی ہے۔ڈاکٹر نصیر احمد ناصر آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بلاغت سے متعلق مسئلے کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں اور اس پر پھر استشہاد پیش کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۴۰ میں بنی اسرائیل پر کی نعمتوں کے بیان میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> ''رب رحمٰن نے بنی اسرائیل کو نہ صرف ظالم وسفاک فرعونیوں کی غلامی اور ان کے شکیب ربا مظالم سے نجات دی، بلکہ پہلے فرعونی لشکر کو دریا برد کر دیا پھر فرعونی قوم کو پراگندہ کر کے اس قدر کمزور کر دیا کہ بنی اسرائیل نے ان کو شکستِ فاش دے کر مصر کی وسیع وعریض سلطنت پر قبضہ کر لیا۔تاریخ نے دیکھا جو کل کے ظالم وسفاک حاکم وآقا تھے آج اسی مظلوم وغلام رعایا کے محکوم اور رعایا تھے۔ تاریخ کا یہ بڑا ہی عبرت انگیز غیر معملی واقعہ جس نے بنی اسرائیل کو مشرقِ وسطیٰ کی وسیع وعریض اور عظیم سلطنت دلائی تھی، ربِ رحمٰن کی بصیرت افروز غیر مترقبہ نعمتِ عظمیٰ تھا، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بنی اسرائیل کو اس کی یاد دلاتا ہے تاکہ وہ

[12] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۴۸۵، جلد دوم

دین اسلام کو بھی اپنے لیے انتہائی عظیم نعمتِ مترقبہ سمجھیں اوراس میں داخل ہو کر اپنی عظمتِ رفتہ اور دنیوی واخروی حسنہ حاصل کریں۔"[13]

نصیر احمد ناصر کا یہ اسلوب بیان نہایت بلیغ ہے کہ انہوں نے تلمیذ القرآن کے لیے فہم کے راستے آسان کیے ہیں۔ انہوں نے بلاغت سے متعلق آسان فہم مثال دے کر قاری کو کسی طرح کے الجھاؤ کا شکار نہیں کیا۔ بلکہ ان کے اس طریق نے قرآن فہمی کی ایک روایت کو جنم دیا ہے۔

اس پر سورۃ الاعراف کی آیات لاتے ہوئے ناصر لکھتے ہیں:

"ہم نے فرعونیوں سے (ان کی عہد شکنی اور ظلم شعاری) کا انتقام لیا اور ان کو دریا میں غرق کر دیا کیونکہ وہ ہمارے معجز نما اور بصیرت افروز نشانات کی تکذیب کرتے اور ان سے بے پرواتھے"[14]

اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے نصیر احمد ناصر کہتے ہیں:

"قرآن حکیم نے ہمیں اس اصلِ عظیم سے بھی آگاہ کر دیا ہے تاکہ ہم اس سے عبرت حاصل کریں کہ بنی اسرائیل نے رب رحمن کی ایسی عظیم نعمتوں کی قدر نہ کی تو علم رکھتے ہوئے بھی ان میں عصبیت و حسد پیدا ہو گیا اس کے نتیجے میں ان میں توافق و ہم آہنگی اور اتحاد و اتفاق نہ رہا اور وہ فرقوں میں بٹ گئے تشتت وافتراق کے سبب ان کی قوت و توانائی کے زیاں اور انحطاط و تنزل کا آغاز ہو گیا اور ان کی ہوا اکھڑ گئی، ان کی اس صورت حال کو دیکھ کر دشمنوں نے انہیں اپنا محکوم و غلام بنا لیا اور ذلت و مسکنت اور بربادی و دست نگری ان کا مقدر بن گئی۔"[15]

یہ بطور نمونہ چند مثالیں تھیں جن میں مفرادات قرآنیہ کی تشریحات کے لیے دیگر آیات قرآنیہ سے حوالے دیتے ہیں اور اس طرح فصاحت و بلاغت سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ بات کو عقلی اور منطقی استبدال سے اس سادگی سے بیان کرتے ہیں کہ کسی بھی معاملے کا ادراک آسان ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مختلف فنون مثلاً قرأت، صرف و نحو، ضمائر کے مرجع کی تصریح، میراث، ادب، غرائب اور تاریخ و قصص وغیرہ میں بھی ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے جو مناسب وضاحت معلوم ہوئی، وہ بیان کر دیتے ہیں یا پھر کلام عرب سے یا جاہلی عربی شاعری سے استشہاد پیش کرتے ہیں۔ مثلاً لفظ 'عفو' کی تفسیر میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"عفو: اس کے یہ معنی بھی آتے ہیں: ایسی سرزمین جس میں نشانِ راہ نہ ہو نہ آبادی یا زراعت کی کوئی علامت ہی ہو؛ قدم ناآشنا (Un trodden) جس میں کوئی آثار نہ ہوں نہ نقوش پا، کسی علاقے سرزمین یا اراضی کا قطعہ جس میں کسی کی ملکیت کا نام و نشان نہ ہو؛ نیز عفاً، فالتو قطعہ (redundant portion) جس سے کام نہ لیا جاتا ہو۔ (صحاح، المغرب، قاموس)[16]

۳۔ "حسنِ تفسیر" ایک لغوی تفسیر:

---

[13] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۵۲، جلد سوم
[14] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۵۲، جلد سوم
[15] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۵۴، جلد سوم
[16] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۳۴۲، جلد دوم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

تمام فنونِ علم میں سب سے بہترین واشرف علم علمِ تفسیر ہے۔ جو کلام اللہ کے معانی کی وضاحت کرتا ہے۔ اہل علم نے اس کے لیے بھی اصول وضع فرمائے ہیں جیسا کہ انہوں نے اصولِ حدیث یا اصول فقہ وغیرہ کے لیے اصول وضع فرمائے ہیں۔ چنانچہ انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مفسرین نے مختلف انداز اور اعتبارات سے تفاسیر لکھی ہیں۔ کسی نے فقہی مسائل کو مدنظر رکھا، کسی نے غریب الفاظ کی توضیح وتشریح کو مدنظر رکھا، کسی نے لغوی الفاظ کی کو مدنظر رکھا وغیرہ تو زیر بحث کتاب ''حسنِ تفسیر'' بھی بنیاری طور پر ایک لغوی تفسیر ہے چونکہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لغوی ہیں اس لیے انہوں نے حسن تفسیر میں بہت زیادہ لغوی شواہد پیش کیے ہیں اسی وجہ سے لغوی شواہد کے اعتبار سے حسنِ تفسیر نمائندہ تفسیر ہے بلکہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے لغوی تفسیر کو نیا رنگ دیا ہے۔ مثلاً اس ضمن میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں۔

> ''اللہ کے معانی ہیں: (ا) فقط وہی ایک حقیقی اِلٰہ ورب ہے جسے فارسی اور اردو میں 'خدا' بھی کہتے ہیں تقریباً تیس سے زائد ائمہ لُغت نے اسے اسم معرفہ تسلیم کیا ہے (قاموس، محمد بن الطیب الفاسی)۔ (ب) وہ واجب الوجود ہے؛ نیز جملہ صفاتِ کاملہ کا مالک ہے۔ (تاج العروس)۔ (ج) اللہ، اسم معرفہ ہے جو اس کے الحق ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس جملہ اسمائے حسنہ پر حاوی ہے (ابن عربی، تاج)۔ (د) ال اس سے غیر منفصل ہے (المصباح)۔ (ہ) اللہ جامد یا غیر مشتق ہے (القاموس، مصباغ، اللیث)۔ (ح) بعض اہلِ لغت کے نزدیک یہ لفظ اصل میں الاءلہُ تھا۔ کثرتِ استعمال سے اَلہُ کا ہمزہ حذف ہو گیا اور پہلا لام سوسرے لام میں مدغم ہو گیا اس طرح یہ لفظ اللہ بن گیا (تاج العروس)۔ (س) امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں، بعض کا قول ہے کہ اللہ اصل میں اَلہُ ہے، ہمزہ (تخفیف کے لیے) حذف کر دیا گیا ہے اس پر الف لام (تعریف) لا کر اللہ کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے اس بنا پر فرمایا: ھل تعلکم لہٗ سمیعاً (مریم ۱۹:۶۵) کیا تم اس کا کوئی ہم نام (یعنی سیسی ہستی جو اس کی طرح اسم با مسمیٰ ہو) جانتے ہو؟''[17]

۴: ابلاغی پہلوؤں کی نشان دہی

قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے اور کو سمجھنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں، اس سلسلے میں چند ایک امور کا خیال رکھنا نہایت اہم ہے جن میں سے ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ تفسیر میں عبارت کا آسان فہم اور بلیغ ہونا نہایت ضروری امر ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر بہت سی جگہ اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے مختلف بلاغی پہلوؤں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ اس ضمن میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> ''قرآن حکیم کی روح تک رسائی ہو تو اہلِ عقل سلیم کا اس نتیجے پر پہنچنا یقینی ہے کہ انسان کو خلافتِ ارضی اس لیے تفویض کی گئی ہے کہ وہ رب رحمٰن کی نعمتوں کو اس کے بندوں میں عدل واحسان کے فطری اصولوں کے مطابق تقسیم کرے (نہ کہ رسد و طلب کے سرطانی اصولوں کے مطابق)؛ نیز دیگر مخلوقات مثلاً آبی، جنگلی، فضائی، میدانی کو بھی اس کے رب کی نعمتوں سے مستفید ہونے کے مواقع فراہم کرے، نیز ان کی اور ان کے جہانوں کی حفاظت کرے۔''[18]

۵۔ تفسیر القرآن بالقرآن:

---

[17] ایضاً، ص: ۲۲۷، جلد اول

[18] ایضاً، ص: ۲۵۴، جلد اول

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اس تفسیر میں بے شمار مقامات پر قرآن کی تفسیر قرآن سے کی ہے اور اولین کوشش یہی کرتے ہیں کہ تفسیرِ قرآن ہی کی جائے۔ مثال کے طور پر الحمدللہ رب العٰلمین کی تفسیر کرتے ہوئے سورۃ الاحقاف کی آیت لاتے ہوئے نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"جن لوگوں نے کہا (یعنی اس حقیقت کا اقرار کیا) کہ ہمارا رب (صرف) اللہ ہے، پھر اس (اپنے قول و قرار) پر قائم رہے (اور اس توحیدِ ربوبیت کے عقیدے کے مطابق زندگی گزارتے رہے) تو ان پر نہ تو خوف مسلط ہوتا ہے اور نہ وہ غم ہی کھاتے ہیں (یعنی وہ نفوسِ مطمعنہ ہوتے ہیں) تو یہی لوگ اہلِ جنت ہیں جس میں وہ ہمیشہ زندگی کریں گے۔ یہ جزا ہے، ان اعمال کی جو وہ کرتے رہتے تھے۔ (الاحقاف ۴۶)"[19]

۶۔قرآن سے لغوی معنی پر استشہاد

ڈاکٹر صاحب قرآن کے بعض مقامات کی لغوی تفسیر کرتے ہوئے دیگر مقامات سے استشہاد کرتے ہیں اور لغوی معنٰی کا تعیّن کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حسنِ تفسیر میں 'یقین' کی وضاحت کرتے ہوئے لغوی معنی پر اشتہاد کرتے ہوئے نصیر احمد ناصر رقمطراز ہیں:

"یقین ضد ہے شک کی؛ یعنی شک کا زائل ہو کر علم و تحقیق کے ساتھ کسی امر کا پایہ ثبوت تک پہنچ جانا۔ موت کو بھی یقین کہتے ہیں کیونکہ ہر مخلوق پر اس کا آنا یقینی ہے اور ٹھوس واقعات ہر روز اس کی شہادت دیتے ہیں۔"

یقین کا مترادف علم ہے اور اس کی ضد شک و شبہ اور ظن ہے:

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله وما قتلُوه ولٰكن شبة لهم وان الذين اختلفو ا فيه لفه شک منه لا لهم به من علم اِلا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً(النساء ۴: ۱۵۷)

اور انہوں نے کہا کہ ہم نے مسیح ابن مریم (MESSIAH JESUS SON OF MARY) اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا اور نہ انھیں صلیب یا سولی پر ہی چڑھایا، بلکہ حقیقتِ حال ان پر مشتبہ ہوگئی اور جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ بھی شک میں مبتلا ہیں۔ اصل واقعہ کا انہیں علم نہیں ہے، محض گمان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ اسلوب بیان کا اعجاز ہے کہ یقین یہاں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین پر دلالت کرتا ہے۔"[20]

۷: سادگی و سلاست:

حسنِ تفسیر کے اسلوب کی اہم خصوصیت سادگی اور سلاست ہے، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اس سادگی سے مضمون کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں کہ قاری ذرہ برابر بھی بوجھل پن اور دشواری نہیں محسوس کرتا، بلکہ پڑھتا اور سمجھتا چلا جاتا ہے اور اس کے لیے کسی قسم کا الجھاؤ باقی نہیں رہتا۔ سورۃ البقرہ کی تفسیر میں شرک سے حوالے سے بات کرتے ہوئے نصیر احمد ناصر سلاستِ بیان کی عمدہ مثال دیتے ہیں:

"گائے چونکہ ایک معصوم اور نہایت نفع بخش پالتو جانور ہے اور لذیز و شیریں اور نور آسا دودھ دیتی ہے، جس میں متوازن غذائیت و توانائی ہوتی ہے؛ نیز انسان اس سے بہت سے دوسرے فوائد بھی حاصل کرتا ہے، لہذا شیطان نے اپنی جمالیاتی فریب کاری اور

---

19 ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۳۳۲، جلد اول

20 ایضاً، ص: ۱۹۸، جلد دوم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

وسوسہ اندازی سے اُسے رزق وشفا دینے والی دیوی بنا کر دکھایا اور اس کے پیرووں نے اُسے اس خدائی صفت کی مالکہ تسلیم کر لیا اور اس کی پرستش میں اپنی دنیوی واُخروی حسنہ کو مضمر سمجھنے لگے۔اِس طرح وہ مشرک اور اہلِ نار بن گئے۔"[21]

۸: بے تکلفی و برجستگی:

حسنِ تفسیر کے اسلوب کا امتیاز ہے کہ سادہ جملے بے تکلفی و برجستگی کے ساتھ لکھے گئے ہیں جو کی اس تفسیر کی عبارت کے حسن میں اضافہ کا سبب ہے۔ نصیر احمد ناصر کی جملاتی ساخت میں بلا کی برجستگی پائی جاتی ہے، جس آیتِ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہیں برجستہ تحریر کرتے چلے جاتے ہیں، کہیں بھی آورد کا احساس نہیں ہوتا، یہی بے ساختگی حسنِ تفسیر میں ادبیت کی شان کو قائم رکھے ہوئے ہے۔اس سے صاحبِ تفسیر نا مقصد اپنی ادبی حقیقت منوانا بھی نہیں تھا، بلکہ اپنی بات زیادہ سے زیادہ عوام تک پہنچانا تھا،ان کی بے تکلفی اور برجستگی کو سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۳۱ کے تفسیری ترجمے میں دیکھا جاسکتا ہے۔ نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"فرشتے اس اصل سے ناآشنا تھے کہ زمین میں خلیفہ بن کر رہنے کے لیے اس میں ودیعت کردہ نعمتیں جو تمام مخلوقات کے لیے مخفی اور غیب کا درجہ رکھتی تھیں ان میں سے ہر چیز کو اس کے مسمیٰ کے مطابق موسوم اور مسخر کر کے ان سے استفادہ یا تمتع کرنے کے لیے علم الاسماء کا ہونا ناگزیر تھا، لیکن رب علیم وحکیم نے چونکہ فرشتوں کو نہ زمین میں بسانا اور نہ خلیفہ بنانا تھا اس لیے ان کو یہ علم نہیں دیا تھا۔فرشتوں کو اس واقعیت کا علم نہ تھا؛ نیز انھیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ خلافتِ ارضی کے اہل تھے نہ حقدار۔" [22]

۹: زبان وبیان

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب طرز ادیب ہیں۔ لہذا، "حسن تفسیر" کی زبان اور اندازِ بیان عمدہ ہے۔زبان وبیان کے لحاظ سے حسن تفسیر ایک منفرد تفسیر ہے۔اس کی زبان نہایت سادہ، آسان اور دل میں اتر جانے والی ہے۔قرآنی آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے آزاد ترجمانی کا انداز اختیار کیا ہے۔آپ قرآن کے الفاظ کا ترجمہ اس کے سیاق وسباق میں کرتے ہوئے موزوں ترین الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح آپ نے ایک پوری پوری عربی عبارت کا مفہوم اردو زبان میں بیان کیا ہے۔اس طریقے سے عربی زبان سے ناواقف قاری کے ذہن میں پوری عبارت کا جامع خاکہ بن جاتا ہے۔آپ قرآن کی عربی عبارت سے جو مفہوم اخذ کرتے ہیں، اسے اردو زبان میں منتقل کرتے ہوئے اپنے اختیار کیے گئے ترجمہ کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ایک جگہ نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"الاسم: کسی چیز کی علامت، جس سے وہ پہچانی جائے۔یہ اصل میں سموہے، کیوں کہ اس کی جمع اسماہے اور تصغیر سمی آتی ہے اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے مسمیٰ کا ذکر بلند ہوتا ہے اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔"[23]

۱۰۔ سنجیدگی:

---

21 ایضاً، ص:۳۴، جلد: دوم

22 ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۵۵۱، جلد دوم

23 ایضاً، ص: ۲۲۳، جلد اول

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر چوں کہ ایک مصلح اور مبلغ کی حیثیت سے اپنا فریضہ ادا کر رہے تھے، اس لیے ان کی تحریر میں غور و فکر اور متانت و سنجیدگی کا عنصر اس قدر غالب ہو جاتا ہے کہ ان کی مصلحانہ باتیں ان کی شگفتگی اور ظرافت پر غالب آجاتی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی شخص کسی سلسلہ میں زیادہ فکر مند ہو تو ظرافت اس کے قریب بھی نہیں بھٹکتی۔ صداقت، اثر آفرینی اور درد و اثر اور صداقت ان کے طرزِ تحریر کا اہم حصہ ہیں، وہ کچھ بھی لکھتے ہیں تو ان کا بنیادی مقصد اثر آفرینی ہوتا ہے، صاحب تفسیر جس سچائی اور خلوص نیت سے لکھتے ہیں یہی صداقت و خلوص ہی ان کی اثر آفرینی اور درد کی وجہ بنتا ہے کہ دل سے بات نکلتی ہے اور اثر انداز ہی نہیں، بلکہ قلب و نظر گرفتار بھی کرتی ہے۔ حسن تفسیر سے ان کے اس اسلوب کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۶ کی تفسیر میں ایک مقام پر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> "انسان جب اپنی کسی معروض خواہش (OBJECT OF DESIRE OR LUST) کو اپنا ناظور اور مقصودِ حیات بنا کر اس کی تکمیل میں اپنی غایتِ زندگی کو مضمر سمجھنے لگتا ہے تو اُسے کسی ناصح کی بات کو سننے اور نہ کسی عبرت ناک شے کو دیکھنے کا دماغ رہتا ہے نہ یارا۔ اس کی فکر و نظر کا ہدف صرف اس کا معروضِ خواہش بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کی دماغی و جسمانی قوتیں اس کے حصول میں لگی رہتی ہیں اور وہ اس کے پیچھے دیوانہ وار دوڑتا چلا جاتا ہے؛ عقل چاہے کتنا ہی روکے، وہ نہیں رکتا؛ ضمیر چاہے کتنا ہی سمجھائے اور منع کرے وہ اس کی سنتا ہی نہیں؛ نفسِ لوامہ اسے کتنی ہی ملامت کرے تا کہ وہ باز آجائے لیکن اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا"[24]۔

11۔ پند و موعظت:

یہ ایک صاحبِ ادا ادیب کا خاصا ہوتا ہے کہ وہ قاری کو نصیحت کرتا ہے اس طرح وہ اپنے پڑھنے والے سے ایک ربط قائم کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اس ضمن میں اپنے قاری کو خدا کے قرب کے حوالے سے رہنمائی کرتے ہیں۔ حسنِ تفسیر کی جلد اول میں گزارشِ احوال میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں۔

> "ہمیں یہ اصل عظیم یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید جو خود نور ہے، انسان کے حسی، قلبی نفسی نظام کے نور یا جمالیاتی شعور کے اِتمام کرتے رہنا اس کے مقاصدِ جلیلہ میں سے ہے۔ اتمام ہر گز کمال کے نقطہ متناہیت پر نہیں بلکہ اس کے آغاز کے نقطہ نور پر دلالت کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کا معروضِ حسن و عشق اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر آن اپنی جمالیاتی تخلیقی فعلیت میں اپنی نمود رکھتا ہے۔"[25]

۱۲۔ مدعا نگاری

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ایسے شخص تھے جن کی گھٹی میں مقصد پیوست تھی، اس لیے ان کی تحریریں بھی مقصدی ہیں، ان کی ہر تحریر کے پس پردہ کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اور ایک مصلح، ناصح، مبلغ، مدیر اور خیر خواہ کی حیثیت سے اپنی بات پیش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ زبان کی حسن کاری اور ادب کی چاشنی پر نظریات و خیالات کی ترویج کو ترجیح دیتے ہیں اور ایسی تحریروں کو بے حیثیت گردانتے ہیں جو عوام کے لیے ناقابل فہم ہوں۔ جیسا کہ نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

---

[24] ایضاً، ص: ۲۱۰، جلد، دوم

[25] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۲۵، جلد اول

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

”توحیدِ ربوبیت کے عقیدہ جلیلہ و محرکہ کردیگر مقتضیات میں سے چند ایک یہ ہیں: ایک یہ کہ انسان اس حقیقت کو تسلیم بالیقین کرے کہ وہ جو مال و دولت کماتا یا جائز طریقے سے حاصل کرتا ہے، اس کا وہ مالک نہیں، امینِ مستفید ہے۔ اس کا حقیقی مالک چونکہ رب العٰلمین ہے، لہٰذا امینِ مستفید اس کے احکام کے مطابق ہی اس میں تصرف کرنے کا مکلف ہے، اس لیے وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مال و دولت جمع کر کے نہیں رکھ سکتا اور نہ اس میں اسراف و تبذیر ہی کرنے کا مجاز ہے۔ علاوہ بریں اس پر فرض یا لازم ہے کہ وہ صاحبِ نصاب ہے تو قرآن و سنہ کے مطابق زکوٰۃ اور العفو (حسنِ ضرورت سے زائد مال و دولت، اراضی و تعمیرات وغیرہ وغیرہ) کو اسلامی یا مسلم حکومت کے افسرانِ مجاز کے ذریعے خزانۂ عامرہ میں جمع کرائے تاکہ وہ اپنی رعایا کے اہلِ احتیاج اور مفلوک الحال افراد کے لئے کفالت کا احسن و اکمل نظام قائم کر سکے“[26]۔

13۔ لغت و نحو:

فنِ تفسیر میں الفاظ کے معانی و مفاہیم پر خاص التفات کیا جاتا ہے اور امر کے بغیر تفسیر مستند نہیں ٹھرتی۔ حسنِ تفسیر میں بھی لغت و نحو پر خاص التفات ہے اور مفسر کتاب نے لغت و نحو کا اہتمام خصوصی طور پر کیا ہے۔ تفسیر ھٰذا میں آیات کے الفاظ کی تشریح بہت تفصیلاً بیان کی ہے اور الفاظ کے معانی و مطالب مختلف لغات کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الفاتحہ میں لفظ 'رب' کی لغوی شرح کے سلسلے میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

”'رب' کے معنی ہیں: وہ اس کا رب یعنی آقا، مالک اور حاکم بن گیا: وہ اس چیز کو اپنے قبضے یا ملکیت میں رکھتا تھا، اس پر قبضہ، اقتدار اور تصرف رکھتا تھا۔ (قاموس محکم)۔ 'رب' کے معنی ہیں: اس نے پرورش کی، اور نشو نما سرپرستی اور روزی دی (المغرب الصحاح)۔
یہ کہا جاتا ہے کہ الرب کے اصل معنی ہیں: 'التربیۃ' یعنی کسی شے کو بتدریج اس کی حالتِ کمال تک پہنچانا۔ (بیضاوی کی تفسیر قرآن)“[27]

حسن تفسیر میں ہر لفظ کی شرح کو اس کے پیمانے پر ہم وزن ہو کر پرکھنے کی بھرپور کاوش کی گئی ہے ایک اور مقام پر لفظ دین کی تشریح کے سلسلے میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

”دین کے معنی ہیں: رسم یا عادت (النہایہ، قاموس)، دینۃ کی جمع ادیان (المحکم، تاج العروس)، دین کے اصل معنی یہ بھی بتائے گئے ہیں: عوض، اجر، مکافات، جزا، بدلہ، محاسبہ (القاموس، التہذیب، الصحاح)“[28]

حسنِ تفسیر میں الفاظ کو خوب واضح طور پر بیان کیا گیا ہے تاکہ کسی کی تفہیم میں کوئی رد و قدح باقی نہ رہے اور اس سلسلے میں ڈاکٹر نصیر احمد نے مختلف لغات تاج العروس، کنز الغات، القاموس، لسان العرب، مصباح الغات، المفردات اور المنجد سے استفادہ کیا ہے۔

۱۴: ندرتِ الفاظ:

---

26 ایضاً، ص: ۲۱، جلد: دوم

27 ایضاً، ص: ۳۵۸، جلد اول

28 ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۴۶۳، جلد اول

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

لفظ ایک اکائی کی مانند ہوتا ہے اور جو شخص اس کی شکست وریخت کا راز پالیتا ہے وہ معنوی سطح پر بڑے سے بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے۔ لفظ بہت بڑی قوت ہوتا ہے جو اذہان کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جس طرح ہر شے کا ایک وصف اور صفت ہوتی ہے اسی طرح الفاظ کے بھی مختلف خواص ہوتے ہیں ۔ لفظ ایک مجرد خوشبو کی طرح ہے اور ایک رنگ بھی ہے ، ان خوشبوؤں کو ملا کر ایک نئی خوشبو بنانا یا رنگوں کو ملا کر کسی نئے رنگ کی تخلیق کرنا خاصا مہارت کا کام ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حسنِ تفسیر کے اسلوب میں ایک نمایاں ترین وصف الفاظ کا انتخاب ہے۔ لفظوں کو برتنے کا جو سلیقہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے ہاں دکھائی دیتا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ایک جگہ نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> "اللہ وحدہٗ لاشریک کے نزدیک انسان کے حوالے سے خالص عبادت یا توحید اور شرک یا اکابر پرستی ایسا اہم اور بنیادی موضوع ہے کہ اس کے حسنِ کلام آخر میں محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ موحدانہ زندگی سے اگر انسان کو دنیوی واخروی حسنہ یعنی دنیا میں حیات طیبہ اور آخرت میں جنت قراۃ العین ملتی ہے جو اس کی حقیقی کامیابی یا فوز وفلاح ہے تو مشرکانہ زندگی سے اسے دنیا میں کوف وحزن کی حیاتِ خبیثہ اور آخرت میں جہنم کا عذابِ سوزاں ملے گا، جو اس کی ناکامی و محرومی اور کھلا گھاٹا ہے۔" [29]

۱۵:انگریزی الفاظ کی پیوند کاری

دوسری زبان کے الفاظ کو اپنی زبان میں بولنا کبھی عبارت کا لطف بڑھانے کے لئے ہوتا ہے، کبھی زبان کو وسعت دینے کے لئے اور کبھی وسیع تر پیمانے پر بات کی تفہیم کے لیے۔اسی احساس نے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کو اپنی تحریروں میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی اور انگریزی الفاظ بکثرت استعمال کرنے پر آمادہ کیا۔ ان کی تحریروں میں بہت سی انگریزی اصطلاحات اور الفاظ ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر نصیر احمد ناصر ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "عورت صنفِ جمیلہ ہے۔ یہ کشت ہے جس میں لذت وطمانیت کے پھول اگتے ہیں، اولاد اُگتی ہے اور دنیا آباد رہتی ہے۔ عورت معروضِ جنس(OBJECT OF SEX) بھی ہے اور معروضِ جمال (OBJECT OF BEAUTY) بھی۔ اسے صرف معروضِ جنس ہی سمجھنا حیوانیت کا خاصہ ہے۔وجہ یہ ہے کہ رب رحمٰن نے انسان کو جمالیاتی حس (AESTHETHIC SENSE)ودیعت کی ہے جس سے جمالیاتی ذوق (AESTHETIC TASTE) نشو نما پاتا ہے اور اس میں تنوع واختلاف اور بو قلمونی و گونا گونی کی پیدائش ہوتی رہتی ہے۔ جمالیاتی ذوق ہی کی بدولت انسان جمال و جلال سے جمالیاتی حِظ و مسرت (AESTGETIC PLEASURE AND BLISS) حاصل کرتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے گونا گوں اور زیادہ سے زیادہ جمالیاتی تخلیقی پیکروں سے جمالیاتی حِظ و سرور حاصل کرنے کے لیے انسان کے جمالیاتی ذوق میں بھی تنوع کا ہونا ضروری ہے۔" [30]

16: روانی

حسن تفسیر کے اسلوب کا خاصا ہے کہ عبارت میں ایک روانی اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا کمال ہے کہ خشک موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں تو اسے رواں دواں کر دیتے ہیں اور قاری بلا جھجک اور تردد کے پڑھتا چلا جاتا ہے حالاں کہ انہوں نے تاریخ، سیرت، فلسفہ، مذہب، قانون، سیاست،

---

[29] ایضاً، ص:۶۹۶، جلد اول

[30] ایضاً، ص: ۱۹، ۲۰، جلد: سوم

تعلیم، اخلاق اور وعظ جیسے مشکل ترین موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے اور بلا کی روانی سے سب کو حیرت واستعجاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ حسن تفسیر میں اس اسلوب کے نمونے جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں مثلاً فلسفہ آزمائش کے بیان میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"فلسفہ آزمائش کا لب لباب یہ ہے کہ انسان (=فرد و قوم) کو آزمایا جائے کہ مال و دولت اولاد وغیرہ کے زیاں یا مصائب وآفات اور خوف و خطر کے وقت وہ توحید الوھیت و ربوبیت کے عقیدے پر قائم رہتا ہے یا نہیں۔ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے مایوس ہو کر غیر اللہ سے استمداد و استعانت طلب تو نہیں کرتا اُسے مستجیب الدعٰوت مشکل کشا، حاجت روا اور کارساز سمجھ کر پکارتا تو نہیں؟ کہیں اس کی پرستش و بندگی تو نہیں کرنے لگتا اگر وہ یہ مشرکانہ افعال کرتا ہے تو اس آزمائش یا امتحانِ وفا میں ناکام ہو کر دنیوی و اُخروی حسنہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے محروم ہو جاتا ہے اگر وہ اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو فوز و فلاح پاتا ہے رب رحمٰن اسے مادی و معنوی ترقی کرنے کے وسائل و مواقع فراہم کرتا اور اسے اپنی جنت قرۃ العین کی نویدِ جانفزا دیتا ہے۔"[31]

۱۷: جدت پسندی

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا عقیدہ ہے کہ تفسیر کو جدید علوم کی روح سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ ان کے افکار کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ قدیم کے مقابلے میں جدید اور ماضی کے مقابلے میں عہد حاضر سے زیادہ وابستہ ہیں۔ ان کا ذہن جدت پسند ہے اور اسی جدت پسندی کے زیر اثر انہوں نے عہد حاضر کی جدید اصطلاحات کو اپنایا ہے کہ آج کے دور کا قاری متوجہ بھی رہے اور بات کو بہتر طور پر سمجھ بھی سکے۔ جیسا کہ حسن تفسیر کے دیباچہ میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"یہ نصاب قرآن کا پانچواں مضمون ہے جسے قرآن حکیم نے اپنے حکیمانہ ایجازِ بلاغت سے اس طرح بیان کیا ہے کہ معلم انسانیت ﷺ اپنے تلازمہ کو اُن باتوں کی تعلیم دیتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ قرآن کے نظام تعلیم میں زندگی کے جدید مقتضیات اور زمانے کے نئے چیلنج سے عہدہ براہونے کے لیے سائنسی علوم و ٹیکنالوجی سمیت دیگر نو بنو علون و فنون کی نظری و عملی تعلیم دینا شامل ہے۔ اس ارشادِ الٰہی میں علمِ طبعی (سائنس) اور ٹیکنالوجی کے ارتقائے مدام کی طرف فکر انگیز اشاری کیا گیا ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ اسلامی درسگاہوں میں علوم فنون جدیدہ خصوصاً ریاضیات و طبعیات کے پڑھانے اور ایجادات و اختراعات اور حقائق و اسرار کائنات کو دریافت کرنے کے لیے تحقیق و تجربات کا احسن و اکمل انتظام ہونا لازم ہے۔"[32]

۱۸: ایجاز و اختصار

حسنِ تفسیر کے اسلوب کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ صاحب تفسیر نے جامع مضامین کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختصار و جامعیت بھی ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے افکار کی ایک نمایاں خوبی ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے جملوں اور فقروں سے بڑے سے بڑا کام لیتے ہیں۔ انکے مضامین مختصر ہوتے ہیں لیکن اپنے

---

[31] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص: ۸۹، ۹۰، جلد: سوم

[32] ایضاً، ص: ۱۳۷، جلد اول

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اندر جہانِ معنی پوشیدہ رکھتے ہیں۔ انکے استعمال کردہ الفاظ مختصر ہونے کے باوجود اپنے اندر اثر رکھتے ہیں۔ وہ کسی بھی بات کو از حد درجہ طویل نہیں کرتے کہ بات کا اصل مقصد ہی کھو جائے۔ جیسا کہ 'غیب' کے بیان میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"غیب سے متعلق یہ اصل عظیم ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہیے کہ غیب کا اطلاق ہمیشہ اس چیز یا چیزوں پر ہوتا ہے جو اس دنیا یا کسی اور جہان میں موجود ہوں، مگر غیر حاضر، مخفی، غیر مرئی، نظروں سے اوجھل یا پوشیدہ ہوں۔ جو چیز مخلوق ہی نہ ہو، یعنی کہیں موجود ہی نہ ہو تو اس پر غیب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اس سے مستنبط ہوا کہ ایمان بالغیب سے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ، اس کے ملائکہ، جملہ انبیاءؑ، عالم برزخ اور آخرت (یعنی قیامت، یوم الدین یا روزِ حساب و جزا، جنت اور دوزخ) وغیر ھم کو تسلیم بالیقین کرنا لازم آتا ہے۔ علاوہ بریں، غیب اپنے مشہود کو چاہتا ہے۔ چنانچہ جو مخلوقات (یعنی اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ جہان اور ان کی چیزیں) آج انسان سے پوشیدہ ہیں، ان کو کبھی نہ کبھی اس پر مشہود ہو جانا لازم ہے۔ اس سے معتزلہ وضیرہ کا یہ نظریہ باطل ہو جاتا ہے کہ جنت میں بھی رویت الٰہی نہ ہو گی۔"[33]

حسنِ تفسیر میں آپ نے احادیث، صحابہ اور تابعین کے اقوال پر زیادہ اعتماد کیا ہے لیکن آپ نے پوری اسناد کو ذکر نہیں کیا اور اختصار کو ملحوظ رکھا صاحب تفسیر نے موقع کلام کی نزاکت کے لحاظ سے موضوعات کو مناسب طور پر بیان کیا ہے۔ لغوی، بلاغی مباحث کا خصوصاً اہتمام کیا اور بقدر ضرورت فقہی مسائل کو بھی بیان کیا۔ جنت کے تصور مشیت الٰہی کو بیان کرتے ہوئے نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"یہ حقیقت غور طلب ہے کہ دنیا میں آتشِ خوف و حزن کے کرب سے ناآشنا و مطمئن اور مسرور زندگی کرنا، اور آخرت میں جنت قرۃ العین کی ایسی حسین و دل کش لذیذ و سرور انگیز اور کیف پرور و جانفزا نعمتوں کا خیال آتے ہی مل جانا، جن کا کوئی متنفس تصور و قیاس تک نہیں کر سکتا اور ہر آرزو کا اسی وقت پورا ہو جانا، تسمیہ کی تقاضائے توحید ربوبیت کو پورا کرنے کا صلہ ہے۔ کیا ان سے بڑھ کر انسان جمالیاتی افادی اقدار کو تصور میں لا سکتا ہے؟ اصل یہ ہے کہ ان اقدار کا حصول ہی غایت حیات و دین اور مشیت الٰہی ہے۔"[34]

۱۹: تعقل پسندی

حسن تفسیر ایک ایسی نایاب تفسیر ہے جو انسانی عقل میں سمجھ آنے والے دلائل کے مطابق لکھی گئی ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی ایک خاص عادت ہے کچھ بھی لکھتے ہیں تو دلیل ضرور پیش کرتے ہیں اور عام طور پر عقلی دلیلیں پیش کرتے ہیں تاکہ قاری با آسانی سمجھ سکے، بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ حسن تفسیر عہد حاضر میں لکھی جانے والی تفاسیر میں اس دور کے تقاضوں کے مطابق لکھی گئی ہے اس میں تعقل پسندی کی مثال دیتے ہوئے نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"اہل عقل سلیم کے لیے قرآن حکیم نے اولوالباب کی تعبیر اختیار کی ہے اور ہمیں اس حقیقت سے آگاہ بھی کر دیا ہے کہ وحی و تنزیل کی ہدایت و نصیحت اور یاد دہانی انھیں کی لیے ہوتی ہے (المومن ۴۰:۵۴) وجہ یہ ہے کہ ایک تو ان کی عقل صحت مند و صالح، حسین و منیر اور فعال و حرکی ہوتی ہے؛ دوسرے وحی و تنزیل میں تفکر بالحق اور اس کے عقائد و تعلیمات اور اوامر و نواحی کو سمجھنا اور قبول کرنا ان کا شعارِ زندگی ہوتا ہے اس کے نتیجے میں ان کے الہ و رب کی فطری و حسین اور پائدار و راست راہ ان پر کھل

[33] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص:۱۷۶، جلد: دوم

[34] ایضاً، ص: ۲۹۵، جلد اول

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

جاتی ہے اوران کے دلوں میں اس کی یاد کی شمع فروزاں ہو جاتی ہے اس سے ان کے قلب زندہ وبینا ہو جاتے ہیں اور ان کو تب و تاب جاودانی اور سوز و ساز آرزو مندی کی جمالیاتی ثروت ملتی ہے جو بہائے جنت قرۃ العین ہے۔"[35]

۲۰:اشعار کے حوالے

متذکرہ تفسیر میں اردو اور عربی اشعار بھی نظر آتے ہیں اقبال کو خصوصاً مد نظر رکھا گیا۔ مصنف کے نزدیک اقبال ماہرین جمالیات کی فہرست میں شامل ہیں۔اس کے علاوہ غالب، طفیل ہوشیار پوری اور غنی کشمیری اور الطاف حسین حالی کے کچھ اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔کچھ عربی اشعار بھی تفسیر کی زینت ہیں۔جیسا کہ نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"سچی آرزو نہ ہو تو دعا مستجاب نہیں ہوتی۔ مولانا حالی کا شعر اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے:

ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی

دل چاہتا نہ ہو تو دعا میں اثر کہاں"[36]

خلاصہ کلام

"حسن تفسیر" اس عہد میں لکھی جانے والی تفاسیر میں ایک جامع تفسیر ہے۔قرآن مجید کے مفردات کی لغوی وضاحت اور تفسیر کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت صرفی ونحوی، بلاغی مباحث کے علاوہ قرأت، ادب، تاریخ وقصص، اسباب نزول، ناسخ ومنسوخ وغیرہ کی بھی وضاحت بیان کی ہے۔کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مذکورہ تمام انواع کو بیان کرنے کے باوجود "حسنِ تفسیر" میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے انتہائی مہارت کے ساتھ ان تمام انواع کی مباحث کے بیان میں اعجاز کی خوبی کو بھی برقرار رکھا۔ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اس تفسیر کو محض آیاتِ احکام کی تفسیر کرنے تک ہی محدود رکھا ہے۔آپ چونکہ مذہبِ حنفیہ سے تعلق رکھتے تھے اس لئے انھوں نے تفسیر میں مذہب کے فقہی اسلوب کو مد نظر رکھا اور تفسیری مسائل کو اس کے تحت مرتب کیا ہے۔ڈاکٹر موصوف نے میں جن امور کا خیال رکھا اور وہ اس تفسیر کے میزات شمار ہوتے ہیں ان میں تفسیر القرآن بالقرآن، قرآن سے لغوی معنی پر استشہاد، تفسیر موضوعی کا اہتمام، تفسیر بالماثور کا اہتمام، اقوالِ سلف میں ترجیح وتفصیل،، بوقتِ ضرورت حدیثِ رسول سے قولِ صحابی یا تابعی کی طرف عدول، تفسیر بالرائے اور لغوی استشہاد سے کام لینا شامل ہیں۔

[35] ایضاً، ص:۴۳، جلد:اول

[36] ناصر، نصیر احمد، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، حسن تفسیر، فیروز سنز، لاہور، ص:۱۷۹